صُحُفٌ مُطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

بلله الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

یعنی

اردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

دفتر دوم ــــــــ حصہ اول

تصحیح وحواشی وترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب وامام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

ناشر:

مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ۔ کراچی

طبع اول ——— آفسٹ ایڈیشن ——— ۱۹۷۲ء

طابع و ناشر ——— مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

مطبع ——— مشہور آفسٹ پریس کراچی

کاتب ——— حافظ محمد عنایت اللہ نقشبندی مجددی غوثیہ کالونی لاہور

تعداد ——— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت ———

ملنے کا پتہ

مدینہ پبلشنگ کمپنی - بندر روڈ کراچی (پاکستان)

مکتوب نمبر ۵۵

علم و دیانت مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ قرآن مجید شریعت کے تمام احکام کا جامع ہے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور صوفیائے کرام کی مدح اور اس بات کے بیان میں کہ تصوف کا دارومدار شریعت پر ہے۔ اور اس بیان میں کہ اجماعی احکام ہر وقت ثابت ہیں۔ اس سے مناسب امور کے بیان میں۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے۔ بلکہ تمام پہلی شریعتوں کا بھی جامع ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ اس قسم کے بعض احکام ایسے ہیں جو عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اہل لغت میں سے عوام اور خواص ان کو سمجھنے میں برابر ہیں۔ اور احکام کی دوسری قسم وہ ہے جو کہ اجتہاد اور استنباط کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں اور ان احکام کا سمجھنا ائمہ مجتہدین کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ مجتہدوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کی امت کے تمام مجتہد سب شامل ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کہ وحی کا زمانہ تھا۔ اجتہادی احکام خطا اور صواب میں متردد نہ تھے۔ بلکہ یقینی وحی سے خطا کرنے والے کی غلطی اور درست اجتہاد کرنے والے کی درستی بالکل الگ الگ ہو جاتی تھی۔ اور حق اور باطل آپس میں ملے جلے نہ رہتے تھے کیونکہ غلطی پر ثابت اور برقرار رکھنا نبی کے لیے جائز نہیں ہے بخلاف ان احکام اجتہادیہ کے جو کہ وحی کے زمانہ کے بعد مجتہدین کو بطریق استنباط حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اجتہادی احکام جو کہ وحی کے زمانہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ موجب یقین ہیں۔ اور علم اور اعتقاد کے اثبات کے لیے مفید ہیں۔ اور جو وحی کے زمانہ کے بعد ثابت ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ موجب ظن ہیں۔ عمل کے لیے تو مفید ہیں۔ لیکن اعتقاد کے اثبات میں ناکافی ہیں۔

اور قرآن مجید کے احکام کی تیسری قسم وہ ہے کہ انسانی طاقت ان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب تک خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی طرف سے ان کی اطلاع نہ ہو ان احکام کو نہیں سمجھا جا سکتا اور اس اطلاع کا حصول پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور پیغمبر کے علاوہ اور کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی

یہ احکام اگرچہ قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا ظہور حضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہوتا ہے۔ تو مجبوراً ان کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اظہار سنت کی طرف سے ہوا ہے جیسا کہ اسی طرح جیسے کہ احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مظہر قیاس ہے پس سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام ہیں۔ مگر چونکہ ان دونوں میں بہت فرق ہے کہ ان میں سے ایک (قیاس) کا اعتماد تو رائے پر ہے جس میں غلطی کا احتمال ہے۔ اور دوسرے سنت کو خدا تعالیٰ کی اطلاع کی تائید حاصل ہے جس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ دوسری آخری قسم اصل (قرآن مجید) کے ساتھ کمال مشابہت رکھتی ہے گویا کہ احکام کی مثبت یہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام احکام کی مثبت وہی کتاب عزیز (قرآن مجید) ہے

جان لینا چاہیے کہ اجتہادی احکام میں امتی کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اختلاف ممکن ہے لیکن شرط یہ ہے۔ کہ وہ غیر نبی امتی اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچا ہو۔ اور وہ احکام جو کہ عبارت النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص سے ثابت ہوں۔ اور اسی طرح وہ جو سنت سے ثابت ہوں۔ ان میں کسی کو مخالفت کی مجال نہیں ہے بلکہ تمام امت پر ان کی اتباع لازم ہے۔ پس امت کے مجتہدین کے لئے اجتہادی احکام میں پیغمبر کی رائے کی متابعت لازم نہیں ہے بلکہ اس مقام پر درست یہ ہے کہ مجتہد اپنی رائے پر عمل کرے

اس جگہ ایک باریک نکتہ ہے جان لینا چاہیے کہ وہ پیغمبر جو اولو العزم پیغمبر کی شریعت کے تابع ہیں ان پر صرف انہی احکام کی اتباع لازم ہے جو کہ ان کی کتابوں اور صحیفوں سے بطریق عبارت و اشارۃ و دلالۃ النص ثابت ہوں نہ کہ وہ احکام جو ان کے اجتہاد اور سنت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اجتہادی احکام میں جب ایک امتی مجتہد کو بھی پیغمبر سے اجتہاد میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ تو تابع پیغمبر پر ان احکام کی اتباع کیسے لازم ہو سکتی ہے۔ اور وہ احکام جو سنت سے ثابت ہوتے ہوں۔ ان میں جس طرح پیغمبر اولو العزم کو اطلاع خداوندی ہوتی ہے۔ ایسے ہی تابع اولو العزم پیغمبر کو بھی ہوتی ہے پھر متابعت کیسی بلکہ متابعت کی گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ ہر وقت اور ہر گروہ کے اندازہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے الگ الگ احکام نازل ہوتے ہیں جس کی حکمت مناسب ہوتی ہے تو کسی وقت حرمت۔ اور یہ حل و حرمت دونوں ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ صحیفے سے ماخوذ ہوتی ہیں جیسے کہ دو مجتہد ایک ہی ماخذ سے دو مختلف حکم اخذ کرتے ہیں۔ ایک اسی عبارت سے حل سمجھتا ہے۔ اور دوسرا حرمت۔

سوال:۔ اس اختلاف کی اجتہاد میں تو گنجائش ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا دار و مدار قیاس و رائے پر ہے۔ جس میں غلطی اور صحیح دونوں کا احتمال ہے لیکن یہ صورت خداوند تعالیٰ کے اعلام (اطلاع) میں گنجائش نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ وہاں غلطی اور درستی میں تردد جائز نہیں ہے۔ بلکہ حق جل و علا کے نزدیک تو قطعی طور پر ایک ہی حکم ہے۔ اگر حلال ہے تو حرام کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو حلال کی مجال نہیں ہے

جواب: ہو سکتا ہے کہ ایک قوم کی نسبت وہی چیز حلال ہو اور دوسری قوم کے لئے وہ حرام ہو یعنی خداوند تعالیٰ کا حکم ایک ہی واقعہ میں متعدد ہو سکتا ہے جب قومیں الگ الگ ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں خاتم الرسل کی امت میں یہ صورت درست نہیں ہے۔ کیونکہ تمام لوگ ایک ہی شریعت کے احکام کے مکلف ہیں۔ لہٰذا ایک ہی واقعہ میں خداوند تعالیٰ کے دو حکم مختلف نہیں ہوں گے۔

سوال: پیغمبر اولوالعزم ایک چیز کی حلت کا حکم کرتا ہے۔ اور پیغمبر تابع اسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے تو لازم آئے گا کہ حکم ثانی حکم اول کا ناسخ ہو اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کو منسوخ کرنا پیغمبر اولوالعزم کے ساتھ خاص ہے پس تابع پیغمبر ناسخ نہیں ہو سکتا۔

جواب: نسخ اس صورت میں لازم آتا ہے۔ کہ حکم ثانی تمام لوگوں کے لئے عام ہو تاکہ اس حکم کو رفع کرے جو ایک گروہ کی نسبت دیا گیا تھا۔ اور یہاں حکم ثانی عام نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک گروہ کی نسبت اس کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کا پہلے حکم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ ایک ہی واقعہ میں ایک مجتہد حلت کا فتویٰ دیتا ہے اور اسی واقعہ میں دوسرا مجتہد حرمت کا فیصلہ کرتا ہے اور ان میں نسخ نہیں ہوتا۔

ہاں یہ تو صحیح ہے کہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے کہ اس جگہ انسانی رائے ہے اور اس جگہ خداوندی اطلاع رائے میں متعدد حکم کی گنجائش ہے۔ اور الہام میں گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن تعدد اقوام سے اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پہلی شریعتوں میں بھی یہی طریقہ تھا کہ پیغمبران اولوالعزم کی کتابوں اور صحیفوں سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں پیغمبران متبوع کو بھی ان میں مخالفت کی مجال نہیں ہے۔ صرف ان احکام میں ہی جو سب لوگوں کے لئے وارد ہوتے ہیں ہر تابع پیغمبر جس قوم کو بھی وہ تبلیغ کرے گا ان احکام کے خلاف تبلیغ نہ کرے گا۔ اگر حلال ہے تو سب کے لئے حلال ہے۔ اور اگر حرام ہے تو سب کے لئے حرام ہے۔ اس وقت تک کہ کوئی اور دوسرا اولوالعزم پیغمبر آئے اور اس حکم کو اٹھا دے اس وقت نسخ متصور ہوگا۔

پس نسخ ان احکام میں ہوتا ہے جو کتاب، سنت صحیحہ متواترہ سے ثابت ہوں۔ اور وہ احکام جو اجتہاد اور الہام سے ثابت ہوں۔ اور سنت اور اجتہاد کی طرف منسوب ہوں۔ ان میں نسخ نہیں ہوتا کہ ایسے احکام بعض لوگوں کیلئے ہوتے ہیں۔ اور بعض اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں پس ایک پیغمبر کا اجتہاد اور اس کی سنت دوسرے پیغمبر کے اجتہاد اور سنت کی ناسخ نہیں ہوتی کیونکہ وہ کسی دوسری قوم کے لئے ہوتا ہے اور یہ کسی اور قوم کے لئے ہاں اگر یہ اختلاف سب لوگوں کے لئے یا کسی ایک ہی قوم کیلئے ہو تو اس صورت میں واقعی نسخ ہوگا جیسا کہ اس شریعت میں ہے جو کہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حکم ثانی حکم اول کے لئے ناسخ ہوگا پس ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پچھلی سنت اول کی پہلی سنت کی ناسخ ہوگی۔

صاحب خانہ دو ہے۔ اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔ باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا پابند ہوں، لیکن مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے، ان کو بزرگ سمجھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ بعض نفل اعمال میں میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود بے انتہا علم و کمال تقوے کے امام ابو حنیفہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور حقیقت معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ اجتہادی احکام میں مختلف ہونا اگرچہ وہ اختلاف پیغمبروں سے صادر کیوں نہ ہو، نسخ کو مستلزم نہیں ہے، برخلاف اس اختلاف کے جو کتاب و سنت کے احکام میں ہو کہ وہ موجب نسخ ہے جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے پس ثابت ہوا کہ احکام شریعت کے اثبات میں اصل معتبر کتاب و سنت ہے اور مجتہدین کا قیاس اور امت کا اجماع بھی احکام کا مثبت ہے ان چار شرعی دلائل کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبت نہیں ہو سکتی۔ الہام حلت و حرمت کا مثبت نہیں ہے اور اہل باطن کا کشف فرض و سنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومن مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں اور کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی۔ اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری اور بایزید بسطامی اور جنید بغدادی اور شبلی احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں زید، عمرو، بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین ہیں سب ہی برابر ہیں۔

ہاں ان بزرگوں کی فضیلت اور امور میں ہے۔ یہ لوگ صاحب کشف و شہود ہیں۔ اور یہی لوگ تجلیات و ظہورات کے مالک ہیں۔ جو کہ محبوب حقیقی جل سلطانہ کی محبت کے غلبہ میں ما سوا سے تعلق توڑے ہوتے ہیں۔ اور غیر و غیریت کو دیکھنے اور سمجھنے سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اگر یہ کچھ حاصل رکھتے ہیں تو وہ ان کا حاصل ہے اور اگر واصل ہیں، تو اسی سے واصل ہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں نہیں ہیں۔ اور باخود ہوتے ہوئے بھی بےخود ہیں اگر زندہ ہیں تو اسی کے لئے زندہ ہیں۔ اور اگر مرتے ہیں تو اسی کے لئے مرتے ہیں۔ ان کے حقیقی علم و بصیرت کے ذریعے مطلوب کو دنیا کے ہر ایک ذرہ کے آئینہ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ہر ذرہ کو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات تمام کمالات کا جامع سمجھتے ہیں۔ اور ان کے قصیدوں کا کیا نشان دیا جائے کہ وہ بے نشان ہیں۔ ان کا معاملہ ما سوا کو فراموش کرنا ہے۔ اور ان کے دوسرے قدم کو کیا بیان کیا جائے کیونکہ وہ آفاق و انفس سے باہر ہے الہام بھی رکھتے ہیں۔ اور کلام ان سے ہوتا ہے۔ اگر حقیقت شرعی کی توقع ہیں یہ علوم اور اسرار بلا واسطہ اصل سے اخذ کرتے ہیں اور مجتہدین کی طرح کہ وہ اپنی رائے اور اجتہاد کے پابند ہوتے ہیں یہ لوگ بھی معارف و مواجید میں اپنے الہام و فراست کے تابع ہیں۔

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے لکھا ہے کہ علوم لدنی کے فیض دینے میں حضرت خضر کی وساطت ہو

جائز نہیں رکھتے۔ اور یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ اور بہت سے علوم اور معارف پیمبری کی نفی ہے۔ جو کہ دین متین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں شرعی احکام اور ادلہ اربعہ سے وابستہ ہیں۔ کہ الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔

لیکن امور دینیہ احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں۔ کہ جن میں پانچویں اصل الہام ہے۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ تیسری اصل الہام ہے۔ کتاب و سنت کے بعد یہ اصل قیامت تک قائم ہے۔ پس ان دوسروں کو ان بزرگوں سے کیا نسبت و مناسبت ہو اور ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ بعض اوقات میں عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ عبادت ان کے حق میں ہے اور یہ بزرگ بعض حالات میں عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ اور وہ چھوڑ دینا پسندیدہ ہوتا ہے۔ کہ حق جل وعلا کے نزدیک ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے۔ اور عوام اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں۔ اس کو عابد سمجھتے ہیں۔ اور اس کو معطل اور فارغ۔

سوال:۔ جب دین کتاب و سنت سے مکمل ہو چکا تو مکمل ہونے کے بعد الہام کی کیا ضرورت پڑی۔ اور کیا نقصان رہ گیا تھا۔ جو کہ الہام سے پورا ہوا۔

جواب:۔ الہام دین کے مخفی کمالات کا مظہر ہے۔ نہ کہ کمالات زائدہ کا مثبت جیسا کہ اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام دقائق و اسرار کا مظہر ہے کہ اکثر لوگوں کا فہم ان کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہر چند کہ اجتہاد اور الہام میں فرق واضح ہے کہ اس کا دار و مدار رائے پر ہے۔ اور اس کا دار و مدار خداوند تعالے کی ذات پر ہے۔ پس الہام میں ایک قسم کی اصالت پیدا ہو گئی۔ جو اجتہاد میں نہیں تھی۔ الہام کی مثال نبی کی مثال کی طرح ہے۔ جو کہ سنت کا مظہر ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اگرچہ الہام ظنی ہے۔ اور اعلام قطعی۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ اور سلام اس پر ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

مکتوب نمبر ۵۶

مولانا عبدالقادر انبالی کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکی کا حکم پیدا کرتی ہیں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ [illegible] کا